عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ

جمادی الثّانی ۱۴۲۹ھ/جون ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد:ششم

شمارہ: 10

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

نماز (نویں قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

رکوع میں:۔

اللهم لک رکعت و لک اسلمت و بک اٰمنت خشع لک سمعی و بصری و مخی و عظمی.

سجود میں:۔

اللهم لک سجدت و بک اٰمنت و لک اسلمت سجدو جهی للذی خلقه و صوره و شق سمعه و بصره.

فقیر سے نماز و وضو اور تہجد کی مختلف دعاؤں کے متعلق ایک مرتبہ استفسار فرمایا اور فقیر سے تہجد میں اٹھتے وقت، رکوع و قومہ اور سجدہ وغیرہ سن کر خوشی کا اظہار اور تحسین فرمائی۔ افادۂ عام کے لئے ان کی دعاؤں کو اور حضرت سیدی قدس سرہ کی بتائی ہوئی ترتیب کو نقل کرتا ہوں۔

تکبیر تحریمہ سے پہلے:

مذکورۃ الصدر دعاء: **اللهم لک الحمد انت قيّم السمٰوٰت و الارض و من فيهن الی آخره.**

رکوع میں:

اللهم لک رکعت و بک اٰمنت و ولک اسلمت خشع سمعی و بصری و مخی و عظمی وما استقلت به قدمی لله ربّ العلمين. (کتاب الاذکار امام نووی بحوالہ صحیح مسلم)

قومہ میں:

اللهم ربنا لک الحمد ملاء السمٰوٰت والارض وما بينهما وملاء ما شئت من شئی بعد. (صحیح مسلم ص ۲۶۳ جلد:۱)

سجدہ میں:

اللھم لک سجدت و بک اٰمنت و لک اسلمت سجد وجھی للذی خلقه و صوره و شق سمعه و بصره تبارک الله احسن الخالقین.

تشہد و درود شریف کے بعد:

اللھم انت الملک لاالٰه الا انت انت ربّی و انا عبدک ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا انه لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الا خلاق انه لا یھدی لا حسنھا الاانت واصرف عنّی سیٔھا لا یصرف عنّی سیٔھا الا انت لبیک و سعدیک والخیر کله فی یدیک والشر لیس الیک انابک و الیک تبارکت و تعالیت و استغفرک و اتوب الیک اللھم اغفر لی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم و انت المؤخر لااله الا انت اللمهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم.

نماز توبہ:

انسان گناہگار ہے۔خطاونسیان اس کا خمیر ہے۔حدیث شریف میں ہے:

کلُ بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابو ن.

ترجمہ: تمام بنی آدم خطا کار ہیں لیکن بہتر گنہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

حضرت سیدی قدس سرہ اپنے ایک خادم کو لکھتے ہیں؛

’’بندہ ہر حال میں گنہگار رہے اور خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنی غلط کاری اور تساہل پر ندامت اور آئندہ گناہوں سے بچنے اور احکام الٰہی پر عمل کرنے پر استقامت اور ساری عمر اسی ریاضت میں گزار دینا یہی اپنی بندگی ہے۔‘‘

حضرت والا طالبین کو عموماً اور بیعت ہونے والوں کو خصوصاً گناہوں کی بخشش کے لیے توبہ و

استغفار کی کثرت کے ساتھ ''صلوٰۃِ توبہ'' کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ مختلف حضرات کے نام متعدد مکتوبات میں اس قسم کے ارشادات ملتے ہیں:

''خوب سوچ سمجھ کر جس وقت اس راہ پر قدم رکھنے کی عزیمت ہو جائے۔ وضو کر کے خضوع وخشوع سے دو رکعت نفل (توبہ) ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑا کر دعا مانگیے اور استغفار کیجئے اور دل میں اللہ تعالیٰ سے عہد کیجئے کہ اب خدا کے احکام سے حتی الامکان سرتابی نہ ہو گی۔ اور جھوٹ، غیبت، بدنظری اور تمام لغویات سے پرہیز کروں گا۔''

انہیں کو دوسرے خط میں لکھا:

''آپ کا خط پڑھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیقات سے آپ کو بہرہ ور فرمائیں۔ آپ نے دو رکعت نماز (توبہ) پڑھ کر جو دعا مانگی یہ گذشتہ سے توبہ اور آئندہ کے لیے صحیح راستہ پر چلنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائیں اور آئندہ کی توفیق عنایت فرمائیں۔ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھیئے اگر غلطی سے کبھی ہو جائے تو یاد آنے پر فوراً استغفار کیجئے اور نیا عہد کیجئے کہ انشاء اللہ اب اپنے قصد سے اس کا ارتکاب نہیں ہو گا۔''

ایک خادم کو غائبانہ بیعت کرنے پر آمادگی کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

''میں بیعت میں آپ کو لینے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے اور آپ کو فائدہ پہنچائے۔ آپ کو جب یہ خط ملے تو بعد نماز مغرب یا جس وقت آپ کو طمانیت ہو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز تنہائی میں نمازِ توبہ کی نیت سے پڑھیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔''

ایک صاحب نے گذشتہ معاصی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے تدارک کی صورت پوچھی اور لکھا کہ:

''طبیعت چاہتی ہے کہ کسی صورت زندگی کا گناہوں والا حصہ الگ ہو کر باقی زندگی بے داغ اور عین اسلامی گزاری جائے۔ بہرحال اب اس کے تدارک کی کیا صورت ہے۔'' حضرت والاؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

''یہ کیفیت خط زدہ بہت اچھی ہے۔ اب آپ ایک روز تہیہ اور عزم کر کے وضو اچھی طرح کیجئے اور خلوص سے نماز توبہ ادا کیجئے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی پورے خضوع اور خشوع سے مانگیں اور عزیمت کریں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیں کہ اب کوئی عصیان کا کام نہ ہونے پائے۔'' (جاری ہے)

بیان (قسط۔۱)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ، بمقام کبیر میڈیکل کالج پشاور)

خطبہ ماثورہ!

الم نجعل الارض کفاتاo احیاء و امواتاo(المرسلٰت: ۲۶،۲۵)

وقال اللہ تعالیٰ اما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدایافلا خوف علیھمہ ولا یحزنون.... صدق اللہ العظیم!

محترم جناب پرنسپل صاحب، اساتذہ کرام اور عزیز طلباء وطالبات، اِس وقت کی کائنات میں جو ہماری معلومات ہیں تو فقط زمین پر زندگی کے آثار ہیں اور عقل وشعور والی مخلوق انسان زمین پر رہ رہا ہے جو بات کرتا ہے، سنتا ہے، سمجھتا ہے، سوچتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔ اِسی کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو اپنی یاد سے آباد کرنا چاہا اِس مقصد کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو نظام بنائے ہیں۔ ایک وہ نظام ہے کہ جو انسان کے زمین پر باقی رہنے کا ذریعہ بنا ہے تاکہ انسان زمین پر باقی رہے اِس کی نسل زمین پر باقی رہے، یہ نظام انسان کا نظامِ معیشت ہے اور اِس کے بارے میں میں نے پہلی آیت پڑھی جس میں فرمایا! **الم نجعل الارض کفاتا o احیاء و امواتا o** کہ کیا میں نے زمین کو تمہارے زندوں اور مردوں کی ساری ضروریات پوری کرنے والا نہیں بنایا۔ زمین کو جو پیدا کیا تو اِس میں استعداد، صلاحیت **Capability** رکھی جو سارے انسانوں کی ساری ضرورتوں کو پورا کرے گی۔ زندوں کی ضرورت کو بھی پورا کرے گی، مُردوں کی ضرورت کو بھی پورا کرے گی۔ اِس کے ساتھ اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو ایک فہم دے دیا اِس کے بارے میں ایک دوسری آیت میں فرمایا **وعلم آدم آسماء کلھا**۔ کہ ہم نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سِکھا دیے۔ اب یہ آدمؑ کا جو علم ہے یہ دینی علم کا تذکرہ نہیں ہے اِس میں، یہ اُن کے کائنات کے علم کا تذکرہ ہے نام سِکھانے کا کوئی خاص فائدہ نہیں تھا کہ یہ گندم ہے، جوار ہے، بلکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کے ذہن میں ایک استعداد ڈال دی، سوچنے کی، سمجھنے کی، تجربے کرنے کی، تجربے کی روشنی میں ریکارڈ رکھنے کی اور اُس کے نتیجے میں زمین سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی۔ لہٰذا انسان نے اول دن سے لے کر آج تک اپنی ضرورتوں کے بارے میں سوچا اور زمین سے ہی پورا کرتا رہا۔ لکڑیاں جلاتا تھا وہ ناکافی ہونے لگیں تو کوئلہ نکالا کوئلہ نکال رہا تھا اُس کو جلا رہا

تھا وہ ختم ہونے کو ہوا تو پیٹرولیم نکلا، پیٹرولیم کے بارے میں رپورٹ ہے کہ وہ اتنا عرصہ چلے گی اور اِس کے بعد اِس کا خاتمہ ہونا ہے تو توانائی کی ضرورت Atomic energy سے پوری ہو گی۔ میں نے اپنے کینڈا کے ایک دوست سے جو Atomic energy میں کام کرتا تھا اِس بات کا پوچھا کہ کبھی ممکن ہے کہ ایٹمی توانائی اتنی ہمارے قابو میں آجائے کہ ہم اُس کو اپنے گھر کے چولہے میں استعمال کرسکیں، اُس نے کہا فی الحال یہ ممکن نہیں ہے لیکن یہ ہو جائے گا کہ آدمی ایک لفافہ سارے مہینے کے لئے تیس گولیوں کی شکل میں لے کر آئے اور ۳۰ دن اُس کی توانائی کے سارے کاموں کیلئے کافی ہو، یہ ممکن ہے۔ دیکھیں جس وقت انسانوں کی آبادی تھوڑی تھی، غذائی چیزیں بھی تھوڑی تھیں جب آبادی زیادہ ہوگئی اب منوں کے حساب سے، ٹنوں کے حساب سے مرغیاں ہیں۔ ٹریکٹرز مینوں کو کاٹتے ہیں گندم کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں امریکہ اپنی گندم کو سمندر میں گرا رہا ہے۔ نیسلے کمپنی اپنی اضافی خوراک کی چیزوں کو سمندر میں گرا رہی ہے نیسلے والوں سے کہا گیا کہ آپ سمندر میں گرانے کی جگہ اِس کو غریب لوگوں میں تقسیم کردیں تو یہ یہودیوں کی کمپنی ہے اُس نے کہا تقسیم تو ہم کردیں اچھی بات ہے لیکن اِس سے ہمارے ریٹس خراب ہو جائیں گے۔ تو کھانے کی چیزیں آبادی زیادہ ہونے کے ساتھ اتنی زیادہ ہوگئیں کہ اب Surplus (زائد) ہو کر سمندر میں پھینکی جارہی ہے تو یہ وہ زمین کی استعداد ہے جو انسان کی مالی ضرورتوں کو، اِس کی معاشی ضرورتوں کو پوری کررہی ہے اُس کیلئے محکم پکا نظام بنا کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چاند سے ابھی تک انسان کوئی چیز لے کر نہیں آیا جو اِس کے کام کی ہو۔ مریخ سے ابھی تک انسان کوئی چیز ایسی لے کر نہیں آیا جو اِس کے کام کی ہو کیونکہ اِس کی ضرورتوں کا تعلق ہی زمین کے ساتھ رکھا گیا ہے جس کے بارے میں واضح ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یہ پہلا نظام جس کا میں نے تذکرہ کیا اِس کو نظامِ تکوین کہتے ہیں۔

اب صرف معاشی ضروریات، مادی اشیاء یہ چیزیں انسان کیلئے کافی نہیں ہے کیونکہ اگر انسان بگڑا ہوا ہو، یہ ظلم والا ہو، جھوٹ والا ہو، فریب والا ہو، دھوکے والا ہو، قتل و غارت گری والا ہو اور اِس کے پاس ساری دنیا کی چیزیں ہوں تب بھی یہ اپنی زندگی کو جہنم بناتا ہے اور دوسروں کی زندگی کو بھی جہنم بنالیتا ہے۔ چنانچہ آج زمین کے نقشے پر نگاہ ڈالیں تو سب سے زیادہ ظلم اِس وقت امریکہ کررہا ہے کیونکہ اُس کے پاس سب سے زیادہ وسائل ہیں۔ تو گویا انسان کی ضروریات صرف مادی نہیں تھیں، اِس کی ضروریات روحانی بھی تھیں اُس کیلئے اللہ پاک نے دوسرا نظام بنایا ہے جس کو قرآن نے نظامِ ہدایت کہا ہے، انسان کو نظامِ ہدایت کی ضرورت تھی۔ اِس

لئے اِس کے بارے میں میں نے جو آیت پڑھی اُس میں فرمایا گیا۔ **اما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدایافلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی تو جس کسی نے اُس ہدایت کی پیروی کی اُس کو نہ غم ہوگا نہ اُس کو خوف ہوگا یعنی ہدایت کے نظام کے بارے میں نشاندہی کی گئی۔ تکوینی نظام کو پیدا کرکے چھوڑ دیا گیا وہ سارے کام کر رہا ہے اور کافی ہے۔ ہدایت کے بارے میں ایسا نہیں ہے بلکہ ہدایت کے بارے میں یہ ہے کہ تمہارے پاس مسلسل آسمان کی طرف سے ایک ہدایت اور رہنمائی آتی رہے گی جس نے اُس کا اتباع کیا تو پورا کامیاب وہ ہوگا اُس کو غم اور خوف نہیں ہوگا۔ یہ ہدایت کا نظام مسلسل ہے اور ہدایت کا نظام پیغمبروں کی شکل میں انسانوں کی طرف آیا ہے ہر دور میں انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام آئے انسانیت ارتقاء کرتی گئی، کرتی گئی، ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ جب انسانیت کا ارتقاء مکمل ہوا تو انسانوں کیلئے آخری پیغام اور آخری پیغمبر آ گئے جو باقی زندگی جتنی انسان کی زمین پر ہے اُس کیلئے کافی ہے۔ تو گویا ہدایت کے نظام کو تکوینی نظام کے مقابلے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ، زیادہ منظّم طریقے سے اور زیادہ کامل کرکے انسانوں کو دیا گیا اور اُس کیلئے انبیاء علیھم السلام آئے۔ ہزاروں میل کا فاصلہ ہے ایک اور دوسروں کے درمیان سینکڑوں ہزاروں سالوں کا فاصلہ ہے ایک دوسروں کے درمیان زبان کا فرق ہے Difference of language, difference of time and difference of space. وقت کا اتنا درمیان میں فرق ہے اور اتنے دور دراز کا فرق ہے زبانوں کا فرق ہے لیکن تعلیمات سارے کے سارے انبیاء کی بالکل ایک طرح ہیں اُن میں ذرا فرق نہیں آ رہا ہے ملتی جلتی ہیں۔ یہ اِس بات کی علامت ہے کہ یہ سارے حق پر تھے۔ ہماری پشاور یونیورسٹی میں ایک ٹیچر کلب ہوتا تھا اُس میں ایک دفعہ رات کو Discussion ہوئی۔ ایک پروفیسر صاحب دوسرے سے کہتا ہے کیا سارے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے آئے ہیں؟ دوسرے نے کہا جی ہاں۔ پہلا پروفیسر جو کمیونسٹ تھا اس نے پشتو میں کہا کہ **"یارا ڈیر او خیاران وو"** کہ بڑے ہوشیار تھے سب نے اپنی لیڈرشپ قائم کی ہوئی تھی اور لوگوں کو اپنا تابعدار بنایا ہوا تھا اور اپنے پیچھے چلا رہے تھے تو گویا اُس کا خیال تھا کہ دین کے نام پر Exploitation (استحصال) کرکے اپنی لیڈرشپ قائم کرکے سادہ لوح لوگوں کو اپنے پیچھے چلا رہے تھے۔ اس Discussion کے ایک ممبر نے صبح آ کر مجھ سے سوال کیا کہ حاجی صاحب یہ سارے پیغمبر ایک ہی

ابراہیمؑ کی نسل سے آئے ہوئے ہیں یہ تو کوئی نعوذ باللہ Exploitation نظر آرہی ہے میں نے کہا کہ اِس کا تو بہت آسان جواب ہے کہ آدمی اپنی لیڈرشپ قائم کرتا ہے تو مفادات کیلئے، اب ایک آدمی ایسا ہے جو سارے مفادات سے بالاتر ہو کر ایک تحریک کو چلا رہا ہے کام کو آگے بڑھا رہا ہے اور اُس کے نتیجے میں اپنے لئے ایک پیسہ بھی حاصل نہیں کر رہا بلکہ اپنے وسائل جو اُس کے پاس ہیں اُس سب کو خرچ کر کے اُس چیز کو آگے بڑھا رہا ہے اور اپنے لئے کچھ حاصل نہیں کر رہا ہے تو کیا کوئی سمجھدار آدمی جو اُس معاشرے کا سب سے بہترین آدمی ہو وہ کوئی اتنا بیوقوف ہوسکتا ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشانی میں ڈال رہا ہو؟ جس وقت حضورؐ کی شادی ہوئی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے، اُس وقت مکہ مکرمہ کی جتنی مالیت تھی، مثلاً فرض کریں اگر ایک ارب روپیہ مکہ مکرمہ کی مارکیٹ میں تھا تو اُس کے آدھے کی مالکہ اکیلی خدیجہ الکبریٰؓ تھیں۔ اتنی بڑی اِن کی تجارت تھی کہ سارے مکہ کی آدھی مالیت اُن کی تھی۔ جس وقت آپ کو نبوت ملی ہے اور ۱۳ نبوی میں آپ نے ہجرت کی ہے مکہ مکرمہ سے، ۱۳ سال میں وہ ساری کی ساری دولت تبلیغی کام پر خرچ ہو چکی تھی اور اُس وقت آپ کا ایسا حال ہو چکا تھا کہ آپ کو سفر کیلئے اُونٹنی قرض لینا پڑی کہ سارے کا سارا مال آپ کا دین کے پھیلانے کیلئے خرچ ہو چکا تھا کیونکہ جب آدمی کوئی تحریک چلاتا ہے اِس میں آنے والے ساتھیوں کا خرچ اخراجات، جتنے غریب غلام اسلام قبول کرتے اُن کو آزاد کرانا، آنے والے لوگوں کو کھانا کھلانا، اُن کی ضروریات کو پورا کرنا اُن کی ساری چیزوں کی دیکھ بھال کرنا اُس پر آپ کا یہ پیسہ لگا ہے تو اِس لئے حضورؐ کی طرف سے قرآنِ پاک کی آیت یہ کہہ رہی ہے **یا قوم لا اسئل علیه مالا ان اجری الا علی اللّٰه** ... اے قوم میں تم سے اِس کے بارے میں کوئی مال نہیں چاہتا اِس کا اجر و ثواب تو مجھے اللہ نے دینا ہے تو یہ سارے پیغمبروں کی سیرت کا ایک بنیادی اصول ہے اور سارے پیغمبروں کی سیرت میں یہ ایک نمایاں بات ہے کہ سارے کام اور ساری کارکردگی کے نتیجے میں انہوں نے اپنے لئے اور اپنے خاندان کیلئے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اِس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت تک بنی ہاشم زکوٰۃ نہیں لے سکتے۔ بنی ہاشم پر زکوٰۃ منع کی گئی ہے تا کہ حضورؐ کے بعد بھی اِس دین سے مالی فائدہ حاصل کرنے کیلئے بنی ہاشم آگے نہ بڑھیں۔ اِس لئے ابھی بھی ایک مسئلہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ فقط اضطرار کی حالت میں دی جاسکتی ہے۔ اضطرار اِس کو کہتے ہیں کہ اگر آپ اُس کو نہ دیں تو اُس کی زندگی خطرے میں ہوگی اور وہ مر جائے گا۔ ایسا حادثہ کر کے بنی ہاشم کا کوئی آدمی آیا ہوا ہے تو اُس کے علاج کیلئے آپ

پیسے نہ دیں اُس کے اپنے آدمی کے پہنچنے تک موت واقع ہوگی، ایسی بھوک میں ہے کہ اُس کی موت واقع ہوجائے گی اِس وقت آپ اِس کو دے رہے ہیں۔اضطرار کی حالت میں دے رہے ہیں ورنہ عام زندگی میں بنی ہاشم کیلئے زکوٰۃ لینا بند ہے تا کہ قیامت تک حضورؐ کا اپنا خاندان اِس دین سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی توقع نہ رکھے۔ یہ ایک ایسا اُن کی حقانیت کوثابت کرنے والا اُصول ہے کہ جس کے آگے سارا فلسفہ، ساری دانشوری اور ساری منطق شکست کھا جاتی ہے اور اُس کا کوئی جواب نہیں لاسکتا، اِسلئے قرآنِ پاک کی آیت نے کہا ہے **لعمرك**...اے پیغمبرؐ ! آپؐ کی سیرت اور آپؐ کی زندگی کی قسم، خدا جب کسی بات کو بہت پکا کر کے کہنا چاہے تو پہلے قسم کھاتا ہے۔اور قسم ایسی بات کی ہوتی جس کا جواب انسان نہ لاسکتا ہو تو اِس میں آپ کی زندگی کی قسم قرآن اُٹھا رہا ہے یعنی آپ کی سیرت اور آپ کی زندگی کو ہم اِن کے سامنے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے اِس بات کو کہتے ہیں اِس لئے کہ آپ کی زندگی ایک ایسے معیار پر، ایک ایسے نمونہ پر ہے کہ اگر آپ کفار کے ملک میں جائیں اور کسی سے بحث کریں تو جنہوں آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ کہیں گے کہ ہم خدا کو مانیں یا نہ مانیں، قرآن پر اعتبار کریں یا نہ کریں لیکن جہاں تک زندگی ہے حضورؐ کی اور آپ کی سیرت ہے وہ تو لاجواب ہے اور وہ تو بذاتِ خود حق کی دلیل ہے اور اُس کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔اِس لئے ایک عیسائی مصنف نے ''۱۰۰ بڑے آدمی'' کتاب لکھی ہے اُس میں اُس نے یہ کہا تھا کہ میں یہ کتاب اِس اُصول پر لکھوں گا کہ کس انسان نے سب سے زیادہ انسانوں کو متاثر کیا اور کس انسان سے سب سے زیادہ انسانوں کو فائدہ پہنچا۔اِن دو اُصولوں پر میں شخصیات کو Categorize کر کے لکھوں گا تو اُس کافر مصنف نے نمبر ایک پر حضورؐ کو لکھا ہے، نمبر دو پر اُس نے نیوٹن کو لکھا ہے اور نمبر پانچ پر اُس نے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو لکھا ہے یعنی یہ اُس کافر کی زبان سے شہادت ہے کہ سب سے زیادہ جس شخصیت نے تاریخِ انسانیت کو متاثر کیا ہے وہ حضورؐ کی شخصیت ہے اور سب سے زیادہ جس سے انسانوں کو فائدہ پہنچا ہے وہ حضورؐ کی شخصیت ہے۔

(جاری ہے)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ”کشف الستر عن اوقاتِ العشاء و الفجر“ (دوسری قسط)

(مفتی شوکت صاحب)

علماء دین کی ذمہ داری:

پچھلے صفحات میں یہ حقیقت خوب واضح ہوگئی کہ اوقات نماز کے حوالے سے حقیقی اور فیصلہ کن امر شریعت ہی ہے اور فن کا تعلق صرف اتنا ہے کہ ہم اس کی مدد سے کوئی عارضی یا دائمی مگر مستقبل کیلئے ایک نقشہ اوقات مرتب کریں اور بس۔ لہٰذا جب کسی نقشہ اوقات کے بارے میں علماء کرام کی خدمت میں تصحیح یا تغلیط یا اس کو پرکھنے کیلئے عرض کیا جاتا ہے، تو اس کا مطلب دو باتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) اوّل یہ کہ اس نقشے کے پورے سال کے اوقات کس فارمولے کے تحت تخریج کئے گئے ہیں؟ یا اس نقشے میں پورے سال کے اوقات ایک ہی فارمولے کے مطابق بالکل درست اور اصول فلکیات کے عین مطابق ہیں یا نہیں؟ یا یہ نقشہ کونسے درجات کے مطابق بنایا گیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کا تعلق خالص فن فلکیات کیساتھ ہے جب تک کسی بھی شخص کے پاس اس فن میں مہارت حاصل نہ ہو وہ اس عذر کرنے میں سو فیصد (100%) حق بجانب ہے، کہ بھائی میں فن کو نہیں جانتا لہٰذا نقشہ اوقات نماز کو (اس اعتبار سے) پرکھنا میری فہم سے باہر ہے۔ جاؤ بھئی یہ کسی ماہر فن، ماہر حسابیات وغیرہ کا کام ہے۔۔۔ بلکہ میں (راقم) تو کہتا ہوں کہ اس حوالے سے کسی بھی نقشہ اوقات کو جانچنے کی اتنی زیادہ ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ ریاضی کے حساب کتاب کے اصول سب کے سب مسلم ہیں اگر کہیں پر ایسی غلطی مل بھی جائے تو خود اس نقشہ کے بنانے والا بھی اس کی تصحیح میں عار محسوس نہیں کرتا۔۔۔ لہٰذا اس حوالے سے کسی بھی عالم کا یہ عذر قابل قبول ہے کہ ”چونکہ میں اس فن کو نہیں سمجھتا لہٰذا میں فلاں نقشے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا“

(۲) دوسری بات یہ کہ یہ حقیقت معلوم کیا جائے کہ کسی نقشے میں جو اوقات جن نمازوں کیلئے تحریر کئے گئے ہیں، واقعی اسی وقت پر فلاں نماز کا وقت داخل ہوجاتا ہے یا نہیں۔۔۔۔۔؟ اس دوسرے امر کا تعلق خالص

شریعت کیساتھ ہے کہ وقت نماز کا تعین شریعت کا وظیفہ ہے ایک عالم باحکام الشریعت ہی کسی بھی وقت کے بارے میں درست فیصلہ کرسکتا ہے۔عالم دین ہی نے شرعی اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرنا ہے کہ جناب فلاں کے تیار کردہ ٹائم ٹیبل میں درج شدہ وقت کے مطابق فلاں نماز کا وقت داخل ہوجاتا ہے یا درج شدہ وقت غلط ہے کیونکہ اس وقت فلاں نماز (مثلاً فجر) کا وقت داخل نہیں ہوتا۔نہایت معذرت کیساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس مرحلے پر آکر بھی ہمارے علماء یہ عذر فرما کر شریعت کا ایک نہایت ہی اہم امر محض سائنسدانوں کے آسرے پر چھوڑ جاتے ہیں کہ بھئی میں فنِ فلکیات کو کماحقہ نہیں سمجھتا۔۔۔

خلاصہ کلام یہ کہ نقشہ اوقات کے پرکھنے کیلئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ علماء دین کے پاس بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے اس میں فن فلکیات کی ایک فیصد (01%) بھی ضرورت نہیں ہے۔ہماری ناقص فہم کے مطابق جس عالم سے بھی کسی بھی نقشہ اوقات نماز کے پرکھنے کی درخواست کی جائے،تو شرعاً ان کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ مشاہدہ کرکے مطلوبہ وقت کو معلوم کرے۔نقشہ اگر مشاہدے کے موافق پایا گیا تو درست ورنہ غلط ہوگا۔ یہاں اگر کوئی عالم دین کسی بھی نقشے کی جانچ پڑتال کرنے کی بجائے یہ عذر ظاہر فرمائیں کہ میں فن کو نہیں جانتا تو اس کا یہ عذر شرعاً قطعاً قابل قبول نہیں ہوگا، بلکہ اپنے اس طرز عمل پر اگر مصر رہا تو امت مرحومہ کی نمازوں کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر باقی رہ جائیگی۔

سبب تالیف:

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں سالہا سال سے اوقات نماز کے نقشے استعمال ہورہے ہیں جن کو عوام تو کیا خواص نے بھی آج تک پرکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ہم نے فقہ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے احسن الفتاویٰ کا مطالعہ کیا جس میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے دیگر تحقیقات کے علاوہ صبح صادق پر بھی الحمدللہ کافی وشافی بحث فرمائی ہے۔مگر اس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ حقیقت بالکل واضح فرمائی ہے کہ ہماری مساجد میں جو عام طور پر اوقات نماز کے نقشے استعمال ہورہے ہیں صبح صادق اور عشاء (شفق ابیض) کے حوالے سے بالکل غلط ہیں۔صحیح وقت صبح صادق کا نقشے میں دئے گئے وقت سے تقریباً 15 منٹ تا 20 منٹ تک تاخیر سے،جبکہ عشاء کا وقت تقریباً 15 منٹ تا 20 منٹ پہلے داخل ہوجاتا ہے۔ بہت تعجب ہوا کہ اتنا اہم مسئلہ اور ہمارے اہل علم حضرات کا اس طرف بالکل عدم توجہ،اس کا کیا مطلب۔۔؟

مفتی صاحبؒ کی تحقیق کو پڑھتے ہی اس پر فوراً عمل کرنے کی بجائے ہم نے اس مسئلے پر مزید تحقیق کو ضروری سمجھا۔اس مقصد کیلئے ہم نے پرانے نقشے کے اثبات میں لکھی گئی تحقیقی کتب کا نہایت گہرائی اور بیدار مغزی کیساتھ مطالعہ کیا۔ان میں سے ایک اس موضوع پر لکھی گئی مفصل کتاب ''صبح صادق وصبح کاذب'' ہے جسے جغرافیہ کے سابق پروفیسر جناب عبداللطیف صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔دوسری کتاب جس میں کچھ بحث اس موضوع کے متعلق تحریر ہے، ''فہم الفلکیات'' ہے جو جناب سید شبیر احمد صاحب کاکاخیل کی تالیف ہے۔اس کے علاوہ اس موضوع پر ایک اور تفصیلی کتاب ''برطانیہ اور اعلیٰ عروض البلاد میں صبح صادق اور صبح کاذب کی تحقیق'' بھی مطالعے سے گزری، جس کے مؤلف مولانا یعقوب قاسمی صاحب حال مقیم برطانیہ، ہیں۔

تحقیق کے طور پر ان کتب کے مطالعہ سے جو بنیادی اصول سامنے آئے ان کو اوقات صلوٰۃ کے شرعی اصول وقواعد کے سامنے پیش کردئے۔ساتھ ساتھ ملک کے جید علماء کرام اور مفتیان صاحبان کی خدمت میں بھی بطور استفتاء بھیج دئے۔اس کے علاوہ علاقے کے فضلاء اور حفاظ کرام پر مشتمل جماعت کی موجودگی میں صبح صادق اور شفق ابیض کے بیسوں مشاہدات کردئے۔اس تمام تحقیقی کارروائی سے ہم اس حقیقت پر پہنچے کہ واقعی پرانے نقشے (جن کی بنیاد سورج کا 18 درجے زیر افق ہونا ہے) غلط اور حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کی تحقیق (جس کی بنیاد سورج کا 15 درجے زیر افق ہونا ہے) بالکل درست ہے۔لہٰذا ہم نے 15 درجے کی بنیاد پر نقشے مرتب کرنا شروع کردئے۔بات چلتے چلتے ملک میں پھیلنا شروع ہوگئی یہاں تک کہ سابق انجینئر جناب بشیر احمد بگوی صاحب اسلام آباد والے، جو تقریباً عرصہ 42 سال سے اس فن میں مختلف موضوعات پر کام کرنے کیساتھ ساتھ اوقات نماز کے نقشے 18 درجے کے قاعدے پر مرتب کرتے رہتے تھے، نے 18 درجے والی تحقیق سے رجوع فرما کر 15 درجے کے مطابق نقشوں کی اشاعت شروع کردی۔

مذکورہ بالا تمام تحقیقی روئیداد انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک مستقل کتاب کی صورت میں مسلمانوں کی راہنمائی کیلئے شائع کریں گے۔مگر فی الحال اس مختصر مقالے کی تحریر کرنے کا باعث یہ بن گیا کہ اب حال میں ایک مقالہ بنام ''صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ'' پروفیسر جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب نے موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھ کر تحریر فرمایا۔جن میں انہوں نے دیگر دلائل کے علاوہ ایک تو علامہ شامیؒ کی موقف کو قبول کرنے سے معذرت فرمائی دوسرا یہ کہ مسلمان سائنسدان البیرونیؒ کی تحقیق کو 18

درجے کے موافق پیش کردیا، ہماری ناقص فہم کے مطابق یہ دونوں دعوے حقیقت سے بہت دور ہیں۔لہٰذا ہم نے علمی اصولوں کی روشنی میں جناب سید صاحب کی تحریر کا جواب ضروری سمجھا۔جو ایک مختصر مقالے کی صورت میں ابھی آپکے ہاتھوں میں ہے۔الحمدللہ دیگر تفصیلات کے علاوہ اکابر کی مؤقف کو اس مقالے میں نہایت حسین انداز میں واضح کردیا گیا ہے، کہ ان بزرگوں کی تحقیق 15 درجے کے مطابق ہے نہ کہ 18 درجے کے۔

طرز تالیف:

زیرنظر مقالے میں ہم چونکہ جناب سید صاحب کا مقالہ بالاستیعاب یا جزئی طور پر طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر سکتے ،قارئین مطالعہ کیلئے حضرت سے رابطہ کر کے منگوا سکتے ہیں،لہٰذا ہمارا کلام جناب سید صاحب کی تحریر کے ہر صفحے، ہر عبارت اور ہر عنوان کے جواب کے بجائے بظاہر اپنے موضوع پر یک طرفہ بحث پر مشتمل نظر آرہا ہوگا البتہ جہاں ضروری تھا وہاں انکی عبارت نقل کر کے مسئلے کی وضاحت عرض کردی گئی ہے۔اور اگر کسی صاحب ذوق کے نظروں سے سید صاحب کا مقالہ گزرا ہو تو وہ مقالہ مذکورہ کے مضامین کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس مقالے کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کے علاوہ زیرنظر مقالہ کے مقصودی ابحاث تین فصلوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

فصل نمبر ۱:۔

اس فصل میں ان احادیث مبارکہ کا تذکرہ کیا جائے گا جن میں صبح صادق اور صبح کاذب کی علامات پر روشنی پڑتی ہے۔اس کیساتھ اجمالی طور پر ان علامات کا بھی ذکر کیا جائے گا جو صبح صادق اور صبح کاذب کیلئے ان احادیث سے مستفاد ہوتی ہیں۔

فصل نمبر ۲:۔

یہ فصل انہی صبح کاذب اور صبح صادق کی مذکورہ بالا نشانیوں کی تفصیلی بحث پر مشتمل ہے۔اس میں اسلوب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ فجرین کی علامات کو مدنظر رکھ کر یہ دیکھنا ہوگا کہ 18 درجے پر صبح صادق کے قائلین جس روشنی (یعنی بروجی روشنی) کو صبح کاذب کہتے ہیں اس پر صبح کاذب کی اور جس روشنی (یعنی فلکی شفق) کو صبح صادق کہتے ہیں اس پر صبح صادق کی نشانیاں صادق آتی ہیں یا نہیں۔۔۔؟ اگر نشانیاں موافق ہوئیں تو 18 درجے پر صبح صادق تسلیم کی جائے گی۔اور اگر روایات میں مذکور نشانیاں اس روشنی (یعنی فلکی فلق) پر صادق نہ آئیں تو

اس کو صبح صادق نہیں کہا جائے گا۔

فصل نمبر ۳:۔

یہ فصل دراصل اس بحث کا جواب سمجھ لیجئے جس میں قائلین 18 درجے والے حضرات نے ماہرین فن فلکیات کے حوالے یا انکے وہ اقوال پیش کئے ہیں جن میں انہوں نے 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی (فلکی فلق) کو صبح صادق قرار دیا ہے۔اس کیساتھ ساتھ ان اعتراضات کو حل کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے جو یہ حضرات قائلین 15 پر (تردید کے طور پر) کرتے ہیں علاوہ ازیں اس بحث میں ان مسلمان ماہرین فن کی تصریحات بھی عرض کی گئی ہیں جو ماہرین علم ہیئت (فن فلکیات) کے ساتھ ساتھ اچھے خاصے وقت کے جید علماء ہوا کرتے تھے۔

زیر نظر مقالے کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے قارئین ان شاء اللہ تعالیٰ نہایت آسانی کیساتھ فیصلہ کرسکیں گے کہ صبح صادق کا صحیح وقت اور فن کی اصطلاح میں صحیح درجات کتنے ہیں۔۔۔؟ آخر میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شخصیات سے قطع نظر کرتے ہوئے جب کسی بھی مشکل سے مشکل مسئلے کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ کے فضل سے اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔لہٰذا ناچیز کا عرض کردہ مقالہ ناچیز کو مد نظر رکھ کر نہیں بلکہ حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ان شاء اللہ الرحمٰن ''صبح صادق اور صبح کاذب'' کا مسئلہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔

گزارش:

لہٰذا علماء کرام کی خدمت میں یہ فقیر عرض پرداز ہے کہ یہ سطور پڑھتے ہی یہ عزم فرمالیں کہ ہمارے ہاں جو پرانے نقشے (جو سورج کے 18 درجے زیر افق کی بنیاد پر بنائے گئے) سالہا سال سے استعمال ہو رہے ہیں انکے اور یہ فقیر جو (15 درجے زیر افق کی تحقیق) پیش کر رہا ہے اس کے درمیان صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ محض سنی سنائی بات کے پیچھے چلتے ہوئے نہ کرے بلکہ شرعی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مشاہدہ کو بنیاد بنا کر فیصلہ کن رائے قائم کرنا چاہیئے۔۔۔ایک گزارش یہ کردوں کہ صبح صادق کا مشاہدہ واقعی تھوڑا مشکل کام ہے کیونکہ اس کیلئے مناسب مقام کیساتھ ساتھ صاف موسم کا ہونا بھی ضروری ہے، چونکہ یہ اختلاف، جیسا کہ صبح صادق میں ہے، بعینہ اسی طرح عشاء کے وقت میں بھی ہے۔۔۔۔لہٰذا اگر عشاء (غیوب شفق ابیض) کے مشاہدے کا اہتمام کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت حال اور زیادہ آسانی کیساتھ واضح ہو جائے گی اور یہ کوئی مشکل کام نہیں۔پس مشاہدہ جس تحقیق کے موافق یا قریب قریب پایا گیا وہ تحقیق درست قرار دی جائے گی۔علاوہ ازیں اگر اپنے اس کاروائی کے نتائج سے اس فقیر کو بھی مطلع فرمایا تو یہ اس ناچیز پر بھی احسان ہوگا۔ (جاری ہے)

عورتوں کا مکر

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ میڈیکل اسپیشلسٹ، کوہاٹ)

اِنَّ کَیۡدَ کُنَّ عَظِیۡمٌ (سورۃ یوسف:٢٨)

ترجمہ: بے شک تمھارا فریب بڑا ہے۔

بعض اوقات عورتیں اپنے دل کی بات کا اظہار جسمانی امراض کے ذریعے کرتی ہیں۔ گھریلو معاملات ہوں یا اردگرد ماحول کی سختیوں اور ناگواریوں کا اثر ہو، عورت اپنی زبان سے گلہ شکوہ کرنے کے بجائے گھر کے مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتی ہیں کہ دن میں بھی ان کو تارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مرد بے چارے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کو واقعی بہت تکلیف ہے لیکن اندرونِ خانہ وہ بالکل ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں ان اوقات کو منتخب کرتی ہیں جن میں اکثر لوگ آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ مرد باہر سے تھکا ہارا گھر میں یا تو کھانا کھا رہا ہوتا ہے یا آرام کرنے کے قریب ہوتا ہے کہ عورت کی بیماری کی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کیا پوچھیئے سارا گھر آسمان پر اُٹھا ہوتا ہے، آہ و بکا، رونا دھونا، ہائے یہ کیا ہوا میری بچی کو، میری بہو کو، میری ماں کو، میری بہن کو۔ دوڑے دوڑے گاڑی کا بندوبست ہو رہا ہوتا ہے کہ ہسپتال پہنچایا جائے۔ ہسپتال میں کچھ گھنٹے گزارے، پھر گھر کو واپسی۔ تقریباً روز ہی یہ قصے پیش آتے رہتے ہیں۔ میں ان قصے کہانیوں پر سوچتا ہوں، ان عورتوں کو ایسا کرنے پر کونسی چیز مجبور کرتی ہے؟۔ عورتیں اپنا دکھڑا بیان کرنے کے بجائے سارے گھر کو پریشان کر دیتی ہیں۔ دل میں بہت ہی گہرا غم ہوگا جو سب کو پریشان کرنے پر شاید کچھ کم ہوتا ہو۔ بقول خواجہ مجذوبؒ کے

ع
ہنسی بھی ہے میرے لب پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اسکی خبر نہیں ہے

ہر گھر کی کہانی مختلف ہوتی ہے۔ چند کہانیاں آپ کی نظر کرتا ہوں۔

میرے پاس ایک آدمی اپنی بیٹی کو لے کر آیا۔ اس نے اپنی بیٹی کی تکالیف یوں بیان کی۔ ''اس کے سر میں سخت درد رہتا ہے، رات کو درد زیادہ ہوتا بہ نسبت دن کے، جب درد زیادہ ہو تو اس کی کنپٹی کی حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ یہ اپنے سر کو اپنے بازوں سے رگڑتی ہے اور روتی ہے، یہاں تک درد زیادہ ہوتا ہے کہ اس کی چیخیں

نکل جاتی ہیں۔ رات کو سب اٹھ جاتے ہیں، اس کی ماں روتی ہے کہ میری بچی پر جنات کا اثر ہے یا شاید کسی نے تعویذ کئے ہوئے ہیں کہ تمام دوائیاں آزما چکے ہیں لیکن آرام نہیں آرہا۔ ڈاکٹر صاحب اس درد کی وجہ سے کنپٹی کی رگیں پھڑکتی ہیں، ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ان رگوں سے باہر خون نہ نکل پڑے۔'' اس دوران اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی بچی کی کنپٹی پر رکھ دیا کہ دیکھو اس طرح حرکت ہوتی ہے رگوں کی۔ میں نے ہاتھ رکھا تو کنپٹی پر (Temporalis muscle) کنپٹی کا پٹھہ حرکت کر رہا تھا۔ میں سارا کھیل سمجھ گیا۔ اس کے والد کو تسلی دی کہ مجھے معائنہ کرنے دیں انشاء اللہ آپ کی بچی ٹھیک ہو جائیگی۔ میں نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کی عمر تقریباً ۲۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ چہرے پر پریشانی کے اثرات، باقی جسم پر کوئی اندرونی بیماری کے اثرات نہیں تھے۔ اس کی کنپٹی کی جگہ بدستور حرکت کر رہی تھی۔ میں نے کہا بہن منہ کھولو۔ جب اس نے منہ کھولا تو کنپٹی کی حرکت ختم ہوگئی۔ میں نے اس کے والد کا ہاتھ پکڑ کر اس جگہ رکھ دیا کہ اب دیکھو کہ یہ حرکت ہے کہ نہیں۔ وہ کہنے لگا اب نہیں ہے۔ لیکن یہ دوبارہ شروع ہو جائے گی۔ میں نے کہا جب بھی اس کی کنپٹی حرکت کرے۔ اس کا منہ کھلوا دیا کرو۔ کیونکہ یہ خود اپنے دانتوں کو آپس میں بھینچ کر جبڑے کو پٹھوں کو حرکت دیتی تھی جس کی وجہ سے سارے جبڑے کے پٹھے حرکت کرتے ہیں اور کنپٹی کے پٹھے کا تعلق بھی جبڑے کے ساتھ ہے اس لیے وہ بھی حرکت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سر کی رگیں نہیں ہیں پٹھے ہیں۔ اسکو ضرور اندر کا کوئی دکھ ہے جسکو یہ بتا نہیں پا رہی۔ اس کے بعد میں نے ان سے ذاتی زندگی کے سوال کیے۔ اس کی شادی کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ابھی تک اولاد نہیں ہوئی۔ ساس اور سسرال کی باقی عورتوں کے ساتھ اکثر معاملات کشیدہ رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو وہاں پر اکثر بیمار ہی رکھتی ہے، گھر کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتی۔ اپنے والدین کے گھر بار بار آتی جاتی ہے۔ اور یہاں بیماری کا بہانہ بنا کر وہاں سے فرار اختیار کرتی ہے۔ چونکہ ناپسندیدہ جگہ شادی کا قصوروار والدین کو گردانتی ہے اس لیے انھیں رات کو اپنے سر کے درد کا بہانہ بتا کر اذیت دے کر اس فیصلہ کا بدلہ چکاتی ہے۔ میں نے یہ ساری بات اس کی والدہ کو سمجھا دی کہ اصل مسئلہ یہ ہے اب اس کو احسن طریقہ سے حل کرنا آپ کا کام ہے۔

ایک بوڑھی عورت بمعہ اپنے بیٹوں اور بہوؤں کے میرے پاس آئی۔ اس کی عمر ۸۰ سال سے اوپر تھی۔ اس کو چارپائی پر لِٹا دیا گیا۔ میں نے اس کی تکالیف کا پوچھا تو بجائے اپنے تکالیف بتانے کے اس کا جسم

ہلنے لگا۔ دونوں بازوں اور پاؤں کو زور سے ہلانے لگی۔ کانپتے جسم کے ساتھ مجھ سے گویا ہوئی کہ میں بیمار ہوں اور یہ ہلنے کی بیماری اس آخری عمر میں لگ گئی ہے۔ اکثر رات کو شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھار دن کو بھی ہوتی ہے۔ اس دوران ان کے بیٹے اپنے ماں کے پاؤں کی طرف کھڑے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے یہ دورے کچھ عرصہ ہوا شروع ہوئے ہیں۔ ہم بہت پریشان ہیں۔ رات کو جب ان کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا گھر پریشان اور بے آرام ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ ڈاکٹری نسخہ جات آزما چکے ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ میں نے عورت کا معائنہ شروع کیا۔ اس کا جسم بدستور ہل رہا تھا۔ میں نے ایک طرف کے ہاتھ کو ذرا زور سے دبایا تو اسے درد ہوا جس کی وجہ سے اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ والا ہاتھ تو ہلنا بند ہو گیا، لیکن دوسرا بدستور ہل رہا تھا۔ میں نے معائنہ کرنے کے بعد اس کی توجہ دوسری طرف کرنے کے لیے اس کی گھریلو زندگی کے متعلق سوال کیے، اس کے بیٹوں کے متعلق پوچھا۔ وہ تفصیل سے ساری بات بتانے لگی۔ میں ایسی عورت تھی کہ سارے لوگ میرے کام کی تعریف کرتے تھے۔ اپنے بیٹوں کو بڑا کیا ہے۔ پڑھایا لکھایا۔ اب یہ سارے بڑے عہدوں پر ہیں۔ بڑے لائق بچے ہیں میرے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو بھی اپنا کام کروانا ہو تو میرے بیٹوں سے کہیئے گا۔ ایسے مصروف ہیں کہ وقت ہی ان کے پاس نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے لوگ ان سے کام کرواتے ہیں۔ میں اس کی باتیں سن بھی رہا تھا اور اس کے اندر کے جذبات کو محسوس بھی کر رہا تھا۔ کہ کس خوش اسلوبی کے ساتھ یہ اپنے بیٹوں کا گلہ مجھے سنا رہی ہے۔ پھر کہنے لگی مجھے کوئی اچھی دوا دیں خواہ مہنگی ہو لیکن میں اچھی ہو جاؤں۔ میں نے کہا ضرور دوں گا۔ اللہ آپ کو شفاء دے گا۔ لیکن دوائی آپ کو اپنے بیٹے ہی اپنے ہاتھ سے کھلائیں گے۔ یہ سب اب آپ کی خدمت کریں گے اور آپ کے لیے وقت نکالیں گے۔ باقی لوگوں کی خدمت اپنی جگہ اپنی ماں کی خدمت اپنی جگہ۔ آپ کا ہلنا اس صورت میں ٹھیک ہو گا۔ جب روزانہ ایک بیٹا آپ کے پاؤں دبایا کرے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اب میں اچھی ہو جاؤں گی۔ میں نے اس کے بیٹوں کو علیحدہ کیا اور کہا کہ ماں آپ کی بیمار نہیں ہے یہ ایک ہمدردی حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ یہ بے چاری اکیلا پن محسوس کرتی ہے آپ لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے کہ اس کے پاس بیٹھیں۔ اپنے بچوں کو سمجھائیں کہ دادی اماں کے پاس بیٹھا کریں۔ ان سے کہانیاں سنا کریں۔ آپ کے بچے ان کے پاس بیٹھتے نہیں دیگر خرافات میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ جس گھر میں ٹی وی (T.V) کا مرض ہو اس میں اچھے والدین اکیلے ہوتے ہیں۔

میں نے ساری بات سمجھا دی۔ اس اُمید پر کہ شاید وہ اس پر عمل کریں۔

ہنگو سے آگے ایک گاؤں ہے جہاں پر طبی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس گاؤں سے ایک مریضہ کو لایا گیا جس کی عمر تقریباً ۱۶ سال کے لگ بھگ تھی۔ انھوں نے ایمرجنسی میں مریضہ کو دکھا کر وارڈ میں داخل کرادیا۔ اس کی تکالیف کچھ یوں تھیں۔ ''جھٹکے کے دورے آتے ہیں۔ جھٹکوں کے دوران منہ سے آوازیں نکلتی ہیں پھر بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے۔ کبھی کبھار زور سے چیختی ہے، رات کو تکلیف دن کے بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک مہینہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ پہلے ہم اس پر جنات کا اثر سمجھ رہے تھے بڑے ہی دم اور تعویذ کرائے لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا۔''

نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی مریضہ اپنے منہ سے ہوں ہوں کی آوازیں نکال رہی تھی۔ اس کا معائنہ کیا۔ کوئی ظاہری جسمانی بیماری کے اثرات نہیں تھے۔ جسم کے جھٹکے سادہ سے تھے جن کو ہم **Pseudoseizure** کہتے ہیں۔ سارا جسم ایک رفتار سے مسلسل ہلتا تھا۔ آنکھیں جھٹکوں کا ساتھ نہیں دی رہیں تھیں۔ عموماً **Epilepsy** کے مریض کی آنکھیں ایک طرف کو مڑ جاتی ہیں جبکہ اس کی یہ حالت نہ تھی۔ میں نے ساتھ کھڑی نرس کو کہا کہ اسکو ناک کی نالی چڑھادیں تاکہ منہ اور پیٹ کی رطوبتیں سانس کی نالی میں نہ چلی جائیں۔ ساتھ والی عورتوں کو سمجھادیا کہ ناک کی نالی کا خیال کریں کہ یہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس کے بعد جو ممکن لیبارٹری کے ٹیسٹ کروانے تھے کروادیے۔ جو کہ صاف ہی نکلے۔ اس نے رات اور دن کو باقی وارڈ کے مریضوں کو اپنے چیخنے کی وجہ سے پریشانی کئے رکھا۔ ساتھ والی عورتیں نہ دن کو سوسکیں نہ رات کو۔ اس کو خواب آور ادویات تجویز کی گئیں۔ لیکن دوائی کا اثر ختم ہونے پر اس کی پہلی والی حالت لوٹ آتی۔ تیسرے دن ہم نے اس کو بہت ڈرایا۔ کہ اگر یہ جھٹکے ٹھیک نہیں ہوتے تو ہمیں مجبوراً آپ کو بجلی کے جھٹکے دینا پڑیں گے اور اس کے لئے دوسری ناک کی نالی بھی ڈالنا پڑے گی۔ ان جھٹکوں سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ دو گھنٹہ اور انتظار کرتے ہیں اگر طبیعت کچھ بہتر نہ ہوئی تو ہم اگلا قدم اُٹھائیں گے۔ اس ڈرانے کا کچھ مریضہ پر اثر ہوا کیونکہ کہ وہ ایک نالی سے کافی تکلیف محسوس کررہی تھی اور بار بار اپنی عورتوں کو کہہ رہی تھی کہ ڈاکٹر سے کہو کہ یہ ناک کی نالی ہٹادے۔ میں نے سختی سے سمجھایا ہوا تھا کہ ناک کی نالی کا بہت خیال کرنا ہے اگر یہ سانس کی نالی میں چلی گئی اور موت واقع ہوگئی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ دو گھنٹے بعد میں نے نرس کو کہا کہ اس کو ایک کمرے میں بٹھا کر اس کی ذاتی زندگی اور گھریلو زندگی کے متعلق تفصیلاً پوچھو اور ساتھ بتاؤ کہ اگر اندرونی مسئلہ نہ بتاؤ گی تو آپ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اور ہم آپ کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب وہ اس قابل تھی کہ بات کرسکتی تھی۔ اُس نے اس کو ایک کمرے میں بٹھا کر جو معلومات حاصل کیں وہ یہ تھیں جو بیماری کا سبب بن رہی تھیں۔

''میری منگنی بچپن میں اپنے چچازاد سے ہوئی۔ ہم دونوں کا گھر ایک ساتھ ہے۔ پردہ کی کوئی شرط ہمارے

بیچ میں نہیں ہے۔گھریلوعورتیں ایک دوسرے کے گھر آزادانہ آجاسکتی تھیں۔ہم اسی حالت میں بڑے ہوتے گئے۔میرا منگیتر اپنے والد صاحب کے ساتھ منتقل ہوگیا۔جہاں پروہ پراپرٹی کا کام اپنے والد صاحب کے ساتھ کرتا ہے۔کبھی کبھی گاؤں آنا جانا ہوتا ہے۔کچھ عرصہ پہلے وہ گاؤں آیا اور ہمارے گھر میں آکر کہنے لگا کہ میں اس لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ہمارے گھر والے بہت خفا ہوئے کہ یہ کونسا طریقہ ہے یہ تو ہماری بےعزتی کر کے چلا گیا ہے۔ کچھ دن بعد میری ہونے والی ساس بھی آئی (اس وقت میرے ساتھ ہسپتال آئی ہوئی ہے) اور تیکھے لہجے میں کہنے لگی کہ بیٹے کی مرضی شادی میں شامل نہیں ہے ہم کیا کرسکتے ہیں۔میرے والد صاحب باہر ملک میں ہوتے ہیں۔میری ماں کو بڑا صدمہ پہنچا۔ان سے زیادہ مجھے صدمہ پہنچا۔میں برداشت نہ کرسکی تو میں نے چیخنا شروع کردیا اور جھٹکے بھی میرے خود ساختہ ہیں۔ساری رات میں اپنی پڑوس میں سوئی ساس کو اپنی چیخوں سے جگائے رکھتی ہوں اس طرح مجھے سکون ملتا ہے۔“

نرس نے اسے سمجھا کر واپس بستر پر لٹا دیا کہ میں ڈاکٹر سے کہہ کر آپ کا مسئلہ حل کرادوں گی۔میں نے اس کے ساتھ آئے سمجھدار مرد کو بلایا تاکہ اس کے سامنے ساری بات رکھ سکوں۔آنے والا آدمی اس لڑکی کا ہونے والا سسر تھا یعنی لڑکی کا چچا۔میں نے ساری بات تفصیل کے ساتھ سمجھا دی۔کہ اس کا یہ مسئلہ آپ احسن طریقہ سے حل کریں۔اُس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں ابھی مٹھائی کا ڈبہ منگا کر ادھر ہی بات ختم کرتا ہوں اب سے یہ ہماری بہو ہے۔میں اپنے بیٹے کو سمجھادوں گا۔اب جا کر اس لڑکی سے میں بات کرتا ہوں۔اگر یہ مریضہ ٹھیک ہے تو ہمیں رخصت دے دیں۔میں گھر جا کر سارا انتظام کرلوں گا۔بہرحال میں نے اس کو رخصت کردیا۔جب اس لڑکی کو یہ بات بتادی جائیگی کہ اس کا بیماری کا بہانہ کامیاب رہا تو اس کو ضرور خوشی ہوگی۔بقول خواجہ مجذوبؒ کہ

نہ دل کا تذکرہ تم میرے روبرو کرتے
نہ ذکر چھیڑتے، کچھ اور گفتگو کرتے

کہاں کہاں دلِ صد چاک میں رفو کرتے
کہاں تک آہ! نہ اظہارِ آرزو کرتے

دل و جگر کو نہ اپنے اگر لہو کرتے
تو اور کیا تری ناکام آرزو کرتے

(جاری ہے)

احیاء العلوم

(مولانا ندیم الواجدی صاحب، فاضل دارالعلوم دیوبند)

امام غزالی علیہ الرحمۃ کی مشہور زمانہ اور زندۂ جاوید کتاب احیاء العلوم عربی کسی تعارف کی محتاج نہیں، جو اسرار شریعت وطریقت، اخلاق وتصوف، فلسفہ ومذہب، حکمت وموعظت، اصلاح ظاہر وباطن اور تزکیۂ نفس کے موضوع پر بے مثل وبے نظیر کتاب ہے، جس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ اس میں جو بات کہی گئی ہے وہ قاری کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے اور ہر مرض کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ اسکا علاج نہایت نکتہ سنجی اور دقت نظر سے پیش کیا گیا ہے، حکمت وفلسفہ اور تصوف واخلاق کے مشکل سے مشکل مسائل کو لطائف اور دلچسپ بنا کر ایسے مؤثر اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے کہ ان مسائل کو پانی کر دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے اور اس کو ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں ہمیشہ ایک عظیم تصنیف تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اصل خصوصیات تو اہل ذوق ہی سمجھ اور جان سکتے ہیں۔ اس لیے اس باب میں ہمارا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ اس لیے اس کتاب کے متعلق چند مشاہیر علماء وحکماء کی آراء واقوال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ زین الدین عراقی کا قول ہے کہ امام غزالی کی احیاء العلوم اسلام کی اعلیٰ ترین تصانیف میں سے ہے۔

۲۔ عبدالغفار فارسی جو امام صاحب کے ہم عصر اور امام الحرمین کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ احیاء العلوم کے مثل کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔

۳۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہے۔ (۱)

۴۔ شیخ ابو محمد کازرونی کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو احیاء العلوم سے میں دوبارہ سب کو زندہ کردوں گا۔

۵۔ شیخ عبداللہ عیدروس کو جو بڑے صوفی گزرے ہیں احیاء العلوم قریب قریب پوری حفظ تھی۔

۶۔ شیخ علی نے پچیس مرتبہ احیاء العلوم کو اول سے آخر تک پڑھا اور ہر دفعہ فقراء وطلبا کی عام دعوت کی۔

۷۔ شیخ محی الدین اکبر رحمہ اللہ علیہ کو زمانہ جانتا ہے وہ احیاء العلوم کو کعبہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ (۲)

ایک طرف تو ائمہ اسلام اس کو الہامات ربانی سمجھے اور دوسری طرف ہنری لوئس تاریخ فلسفہ میں (۳) اس کی نسبت لکھتا ہے کہ ڈیکارٹ (یہ یورپ میں اخلاق کے فلسفۂ جدید کا بانی خیال کیا جاتا ہے) کے زمانہ میں اگر احیاء العلوم کا ترجمہ فرنچ زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ ڈیکارٹ نے احیاء العلوم چرا لیا ہے۔

(۱) یہ تمام اقوال و آراء الغزالی مولانا شبلی نعمانی سے نقل کی گئی ہیں۔ (۲) شرح احیاء العلوم صفحہ ۲۸ (۳) تاریخ فلسفہ از جارج ہنری لوئس جلد دوم

ان مشاہیر کے علاوہ دور حاضر تک علماء اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے طلباء کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں۔ مشہور اکابرین کی تصانیف میں جا بجا اس معرکۃ الآراء کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔

کتاب اور صاحبِ کتاب:

اس مضمون کا ابتدائی حصہ علامہ عبدالقادر العیدروس باعلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء'' سے اخذ کیا گیا ہے)۔

احیاء العلوم کے فضائل:

احیاء العلوم کے فضائل و مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا سکتا، حقیقت یہی ہے کہ احیاء العلوم کے مصنف نے اپنی کتاب میں وہ حقائق و معارف پیش کئے ہیں جن سے پہلے لوگ واقف نہیں تھے، اس کا ہر لفظ گوہر آبدار ہے، ہر مضمون معنی کا سمندر، اس وقت سے آج تک اہل علم و فضل اس سمندر میں شناوری کرتے ہیں اور اپنی ہمت کے بقدر موتی سمیٹ کر لے جاتے ہیں۔

شیخ عبداللہ ابن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ اسماعیل حضرمی یمنی سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، محمد ادریس شافعیؒ سید الائمہ ہیں اور محمد ابن غزالیؒ سید المصنفین ہیں، یافعیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ مشہور فقیہہ امام ابوالحسن علی حرزہم احیاء العلوم پر شدید نکتہ چینی کیا کرتے تھے، بااثر اور صاحب حیثیت عالم تھے، ایک دن احیاء العلوم کے تمام نسخے جمع کرنے کا حکم دیا اور ارادہ یہ تھا کہ جتنے نسخے مل جائیں گے انھیں جمعہ کے دن جامع مسجد کے صحن میں آگ دے دی

جائے گی، لیکن جمعہ کی شب میں انھوں نے عجیب وغریب خواب دیکھا، انھوں نے دیکھا کہ وہ جامع مسجد میں ہیں وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں جب ابن حرزہم پر ان کی نگاہ پڑی تو انھوں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا مخالف ہے اگر میری کتاب ایسی ہی ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے تو میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کروں گا اور اگر میں نے اس میں وہ سب کچھ لکھا ہے جو مجھے آپ کی برکت اور اتباعِ سنت کے طفیل میں حاصل ہوا ہے تو اس شخص سے میرا حق مجھے دلا یئے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ سن کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''احیاء العلوم'' ہاتھ میں لی اور شروع سے آخر تک ایک ایک صفحہ دیکھا پھر فرمایا بخدا یہ تو بہت عمدہ چیز ہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتاب اٹھائی پوری کتاب پر ایک نظر ڈالی اور عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا، یہ تو بڑی عمدہ کتاب ہے، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب لی، اس پر ایک نظر ڈالی اور کچھ تعریفی جملے کہے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فقیہہ علی بن حرزہم کی پشت ننگی کی جائے اور اس پر وہ حد جاری کی جائے جو مفتری پر جاری کی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی گئی اور کوڑے لگائے گئے، جب پانچ کوڑے لگ چکے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفارش کی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید انھوں نے اس کتاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف سمجھا ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سفارش منظور کرلی، جب ابن حرزہم بیدار ہوئے تو کوڑے کے نشانات انکے جسم پر تھے انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بلا کر یہ نشانات دکھلائے، پورا واقعہ بیان کیا اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت سے توبہ کی لیکن ایک مدت تک کوڑوں کی تکلیف باقی رہی، رات دن کی آہ وزاری کے بعد ایک رات خواب میں دیکھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ تکلیف دور ہوگئی۔ اس دن سے احیاء العلوم کا مطالعہ شروع کردیا، پھر اس فن میں اس قدر انہماک ہوا کہ علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن میں بھی آپ کو زبردست شہرت حاصل ہوئی، یافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ ایک مسلسل سند کے ساتھ پہنچا ہے، اس سند کی آخری کڑی شیخ المشائخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، شیخ موصوف ابن حرزہم کے معاصر تھے، وہ فرماتے تھے کہ جب ابن حرزہم کا انتقال ہوا اور انھیں غسل دیا جانے لگا تو کوڑوں کے نشانات موجود تھے۔

حافظ ابن عساکر بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے ہیں، ان دونوں حضرات کی ملاقات بھی ثابت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ ابوالفتح شاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خواب کی تفصیل مشہور فقیہہ صوفی سعید بن علی ابی ہریرہ اسفرائنیؒ کے ذریعہ معلوم ہوئی، شیخ شاویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد حرام میں داخل ہوا، مجھ پر عجیب سی

کفیت طاری تھی، بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی سکت ہی باقی نہیں رہی تھی، اسی حالت میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دائیں کروٹ سے لیٹ گیا، میں اس وقت باوضو تھا اگر چہ میری پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح نیند نہ آئے لیکن میں اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا اور غنودگی سی چھا گئی میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوبصورت عمامہ باندھ رکھا ہے اور بہترین لباس زیبِ تن کئے ہوئے ہیں، چاروں ائمہ کرام شافعی، مالک، ابو حنیفہ اور احمد رحمہم اللہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں، اور اپنے مذاہب بیان کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امام کا مذہب سنتے ہیں اور اس کی تصدیق فرما دیتے ہیں، اسی دوران ایک بدعتی شخص باریابی چاہتا ہے لیکن اسے دھتکار دیا جاتا ہے، پھر میں آگے بڑھتا ہوں اور عرض کرتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اور تمام اہل سنت کا عقیدہ تو یہ کتاب احیاء العلوم ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہو تو میں اس کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سناؤں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت فرماتے ہیں میں ''احیاء العلوم'' کے باب ''قواعد العقائد'' کی ابتدائی سطریں پڑھتا ہوں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتاب العقائد چار فصلیں ہیں، پہلی فصل اہل سنت کے عقیدہ کی تشریح میں'' جب میں اس عبارت پر پہنچتا ہوں ''انہ تعالیٰ بعث النبی الامی القرشی محمدا صلی اللہ علیہ و سلم کافة العرب والعجم والجن والانس'' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں۔ غزالی کہاں ہیں؟ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں ہوں، پھر وہ آگے بڑھتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں اور اپنا دستِ مبارک غزالی کی طرف بڑھاتے ہیں، غزالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بوسہ دیتے ہیں، اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں اور اپنے سر پر رکھتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مسرت کے عالم میں صرف اسی وقت دیکھا جب غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم پڑھی جارہی تھی، اس واقعہ کے بعد میں بیدار ہوگیا، خواب کے اثرات ابھی تک باقی تھے، میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، میرے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاہب اربعہ کی تصدیق کرنا اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد پر اظہار مسرت فرمانا اللہ تعالیٰ کا ایک زبردست انعام ہے، خداوند کریم ہمیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رکھ اور شریعتِ نبوی پر موت دے۔

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (چھبیسویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی ،صوابی)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع: (تاریخ وفات ۱۹۷۵ء)

حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے تواضع وفنائیت کا جو مقام عطا فرمایا تھا وہ آپ کے اوصافِ کمال میں سب سے زیادہ نمایاں وصف تھا جس شخص نے آپ کو ایک نظر بھی دیکھ لیا وہ آپ کے اس وصف کا معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔''البلاغ'' کی خصوصی اشاعت میں بھی جن حضرات نے آپ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان فرمائے ہیں ان میں سے اکثر حضرات نے اس وصف کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔

اس لئے اس وصف کے کسی تفصیلی بیان کی ضرورت نہیں البتہ جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ جیسا کہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہے تواضع اور چیز ہے اور تواضع کا مظاہرہ بالکل دوسری چیز۔تواضع کا مظاہرہ تو ہر شخص اپنی جبلت کے مطابق کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا ہے لیکن محض اپنے آپ کو خاکسار، نیاز مند، ناچیز، ناکارہ غیرہ کہہ دینے سے تواضع کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بقول حکیم الامتؒ ''تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ حقیقت میں اپنے آپ کو لاشے سمجھے اور ہیچ سمجھ کر تواضع کرے۔اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحبؒ کو تواضع کا جو کمال عطا فرمایا تھا وہ یہی تھا کہ علم وفضل کے دریا سینے میں جذب کر لینے کے باوجود انہیں اس بات کا ہر وقت یقین اور استحضار رہتا تھا کہ میں کسی رفعت وتعظیم کا ہرگز اہل نہیں۔صرف ایک واقعہ مثالاً پیش کرتا ہوں۔ساری عمر آپؒ کا طریقہ یہ رہا کہ ملاقاتیوں کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں فرمایا بلکہ جب کوئی آ گیا خواہ کتنے ضروری کام میں مشغول ہوں اس سے ملاقات فرمائی اس طرز عمل کے نتیجے میں آپ کو سخت دشواری اٹھانی پڑتی تھی۔بعض اوقات تصنیف وتالیف کے وقت لوگ پہنچ جاتے اور کام میں رکاوٹ پڑ جاتی اور بعض مرتبہ کسی دوسرے اہم کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شخص اپنی معمولی سی ضرورت لے کر آ جاتا تھا تو اس کی ضرورت پوری فرمانے کی وجہ سے وہ اہم کام رک جاتا۔

ہم لوگوں نے بارہا عرض کیا کہ ملاقات کے لئے ایک وقت مخصوص فرمادیں تاکہ جس کسی کو ملنا ہو وہ اسی وقت میں آ کر مل لیا کرے اور بے وقت پریشانی نہ ہو لیکن آپؒ ہمیشہ اس بات کو ٹال جاتے تھے۔جب ہمارا

اصرار بہت بڑھا تو ملاقات کا وقت تو مقرر فرمادیا لیکن اگر کوئی شخص دوسرے وقت آجاتا تھا تو ملاقات سے انکار بھی نہ فرماتے۔ جس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ وقت کا وہ تعین نتیجہ خیز نہ ہوسکا۔ جب لوگوں کے بے وقت آنے کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا تو ہم نے پھر کہنا شروع کیا کہ جب تک آپ لوگوں کے بے وقت ملاقات سے انکار نہ فرمائیں گے اُس وقت تک تعینِ وقت کا خاطر خواہ نتیجہ ظاہر نہ ہوگا۔ ہماری اس بات کو ہمیشہ ٹال جاتے اور اپنے اس طرز عمل کی کوئی خاص وجہ بھی بیان نہ فرماتے۔

آخر ایک روز میں نے اپنی حماقت سے عرض کردیا کہ ابا جی حضرت تھانویؒ کے یہاں تو ہر چیز کا نظام الاوقات مقرر تھا اور کسی کو اس کے مخالفت کی اجازت نہ تھی۔ احقر کی اس بات پر حضرت والد صاحبؒ اُس روز پہلی بار کھلے اور فرمایا:

ارے بھائی! میں حضرت کے مقام و منصب کا ہوس کروں تو مجھ سے زیادہ احمق کون ہوگا؟ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا تھا اس کی بناء پر انہیں حق پہنچتا تھا کہ وہ لوگوں کو اپنے نظام الاوقات کا تابع بنائیں۔ انہیں جن عظیم دینی کاموں کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا تھا وہ اس کے بغیر کیسے انجام پاسکتے تھے اس کے علاوہ لوگوں کو ان سے انمول فائدہ پہنچتا تھا اس لئے اگر اس فائدے کے حصول کے لئے انہیں کچھ مشقت اُٹھانی پڑتی تو کچھ حرج نہ تھا لیکن میں کیا ہوں؟ میں نے وقت تو تمہارے کہنے سے مقرر کردیا ہے تاکہ لوگوں کو سہولت ہوجائے لیکن جو شخص محنت اٹھا کر پہنچ ہی گیا اسے واپس کرنے کا نہ مجھے حق ہے نہ میرے بس کی بات ہے۔

اس روز پہلی بار اس طرز عمل کی اصل وجہ معلوم ہوئی اور اندازہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں، میری عقل حیران تھی کہ جس شخص نے خدمتِ دین کا اتنا ہمہ گیر کام انجام دیا ہو اور جس کا صبح شام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو اسے نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کیا ہیں؟ اور نہ اس بات کا اندازہ ہے کہ اس کی ذات سے خلقِ خدا کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ آپؒ کے ان جملوں کو محض زبانی بات بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اول تو وہاں غلط بیانی کا شائبہ بھی امکان سے باہر تھا دوسرے یہ بات تنہائی میں اپنے بیٹے سے کہی جارہی ہے جہاں تواضع کے رسمی مظاہرے کا کوئی سوال نہیں۔ لہٰذا بندہ اس کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو **اللھم اجعلنی فی عَینِی صغیراً وَّ فی اَعْیُنِ النَّاسِ کبیرا** اور **من تواضع لِلّٰہ رفعۂ اللّٰہ**

کا مثالی مظہر بنا دیا تھا۔ (میرے والد میرے شیخ از مفتی محمد تقی عثمانی)

حضرت مفتی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی کمالات کے باوجود سادگی اور تواضع کا یہ وصف دیا ہوا تھا کہ نہ صرف اپنا بلکہ محلّہ کے بے سہارا افراد اور عزیزوں اور رشتہ داروں کا کام بھی خود کیا کرتے تھے اور آپؒ کو کسی کام سے عار نہ تھی یہاں تک کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے غایت شفقت کی بنیاد پر آپ سے فرمایا:

''بھئی مولوی صاحب! دارالعلوم دیوبند کے مفتی ہو گئے ہو اس منصب کا بھی کچھ خیال رکھیں اب آپ کو پتیلا لے کر بازار میں نہیں پھرنا چاہیئے۔''

حضرت والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ کی اس تنبیہ پر مجھے خیال ہوا کہ میں واقعۃً اس منصب کی حق تلفی تو نہیں کر رہا لیکن میرے اساتذہ ہی میں سے کسی نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا کہ پہلے مفتی صاحب (عزیز الرحمٰن صاحب) کا بھی تو یہی حال تھا۔ اس پر حضرت مدنیؒ نے تبسم فرمایا گویا فرما رہے ہوں کہ سادگی اور تواضع کی یہ ادا تو محبوب ہے البتہ اب لوگوں کے مزاج چونکہ بگڑ گئے ہیں اس لئے قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے ص ۲۷)

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ رابسن روڈ کے مطب میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مطب کے سامنے اس حالت میں گزرے کہ ان کے دائیں طرف کوئی آدمی نہیں تھا اور نہ بائیں طرف، بس اکیلے جا رہے تھے اور ہاتھ میں کوئی برتن اُٹھایا ہوا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت کچھ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ صاحب جو جا رہے ہیں ان کو آپ جانتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں؟ پھر فرمایا کہ کیا تم باور کر سکتے ہو کہ یہ پاکستان کے مفتی اعظم ہیں جو ہاتھ میں پتیلی لے جا رہا ہے اور ان کے لباس اور پوشاک سے، انداز و ادا سے اور چال ڈھال سے کوئی پتہ بھی نہیں لگا سکتا کہ یہ اتنے بڑے علامہ ہیں۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵، ص: ۳۷)

مفتی اعظم کے لئے بُڑھیا کی دعائیں:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم نے فرمایا کہ دیو بند میں ہمارا گھر جولاہوں کے محلے کے بالکل برابر تھا، آگے ہندوؤں کا محلّہ تھا پھر مسجد آتی تھی، وہاں ہندوؤں کا ایک کنواں تھا جس سے لوگ

پانی بھر کر لے جاتے تھے۔ایک دن حضرت والد صاحبؒ فجر کی نماز کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا پانی کا گھڑا اُٹھائے آ رہی تھی اور حضرت نماز فجر کے لئے مسجد جا رہے تھے۔اُس نے گھڑا زمین پر رکھا اور تھک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی کہ کوئی میرا یہ گھڑا اُٹھوا دے،فرماتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر گھڑا اُٹھوایا مگر وہ اچھا خاصا وزنی تھا،فرمایا کہ شرم سی آئی کہ اُٹھا کر واپس اسی ضعیف بڑھیا کے کندھوں پر رکھوادوں وہ گھڑا میں نے اپنے کندھے پر رکھا اور کہا کہ اماں مجھے اپنے گھر کا راستہ بتاؤ میں پہنچا کر آتا ہوں،چنانچہ وہ بڑھیا آگے آگے اور مفتی اعظم سر پر گھڑا اُٹھائے پیچھے پیچھے اس کے گھر پہنچ کر جہاں اس نے کہا حضرت نے گھڑا رکھ دیا اور واپس چلے آئے۔فرماتے تھے کہ جب میں واپس آیا تو وہ ایسے زور زور سے دل کی گہرائیوں سے دین اور دنیا کی بھلائی کی دعائیں دے رہی تھی کہ میں دور تک چلا آیا مگر اس کی آواز آتی رہی۔میں نے سوچا کہ یہ بڑے نفع کا سودا ہے چند لمحوں میں اتنی ساری اور اتنی پُر خلوص دعائیں مل جاتی ہیں۔اگلی صبح میں پھر کنویں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ کنویں میں ڈول ڈال رہی تھی،میں نے سوچا کہ پانی بھر دوں،پھر پانی بھر کر اسی جگہ چھوڑ آیا پھر وہی دعائیں ملیں۔اس کے بعد سے یہ عزم کر لیا کہ جب تک یہ زندہ ہے یا میں زندہ ہوں تو یہ کام روز کروں گا،چنانچہ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہی کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ (علاماتِ محبت،ص:۲۰۹)

حضرت والد صاحبؒ کی بے نفسی اور للّٰہیت،تواضع و مسکنت اور ایثار و فنائیت ہی وہ اصل دولت تھی جسے حضرت شیخ الہندؒ کی محبتوں نے نکھارا تھا اور اب حکیم الامتؒ کی رہبری میں ان کی عملی مشق ہو رہی تھی۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

”بزرگ بننا ہو،قطب بننا ہو،غوث بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اور انسان بننا ہو تو یہاں آؤ۔“

اس خانقاہ میں پہلا سبق ہی یہ دیا جاتا تھا کہ:”پہلے آدمی بنو،کیا بزرگی اور ولایت ڈھونڈتے پھرتے ہو؟ آدمیت سیکھو،بزرگی بیچاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے،مشکل چیز تو شرافت اور شعورِ انسانیت ہے۔“

کیفیات،مکاشفات،ذوقیات،کرامات اور تصرفات کو تو چھوڑیئے ایک درجہ میں حضرت تھانویؒ ان کو اہمیت دینے کے مخالف ہی رہے مگر معمولاتِ یومیہ مثلاً تہجد،نوافل،ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف جو مستحبات کے قبیل سے ہیں ان کے چھوٹ جانے پر بھی کسی سالک پر کبھی چیں بہ جبیں نہ ہوتے تھے،کسی شرعی عذر سے معمولات چھوٹ جانے پر کبھی مواخذہ نہ فرماتے تھے،لیکن اگر کوئی بے اصول بات کرتا یا بے فکری کا

ثبوت دیتا جو حقوق شریعت نے واجب کئے ہیں ان کا تارک ہوتا، معاملات میں بدانتظامی برتتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ لیتا یا ناحق کسی کی ناگواری کا باعث ہوتا تو حضرت فوراً تیور بدل لیتے، سخت اور تیز لہجہ بنا لیتے اور فوراً اصلاح فرماتے تمام اہل مجلس کو عموماً اور سائلین کو خصوصاً اس طرف توجہ دلاتے کہ: یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور تم سب اس کے مکلّف ہو۔

حقوق العباد اور آدابِ معاشرت کی اہمیت جو لوگوں نے فراموش کر دی تھی اس کی تلقین و تاکید میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے آپ کی تعلیم و تربیت کا یہ انداز ہر مجلس اور ہر تحریر میں رچا بسا تھا۔

مفتی اعظم اور عجیب خدمتِ خلق:

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تھانہ بھون کا ریلوے اسٹیشن تنگ و تاریک اور بالکل ویران سا تھا، لے دے کر اس میں ایک ہی گاڑی آتی تھی اور میں نے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت تھانویؒ کو اپنے آنے کی اطلاع کر رکھی تھی۔ جب گاڑی سے اسٹیشن پر اترا تو رات کی تاریکی میں قلی قلی کی آواز آئی مگر وہاں تو قلی کا سوال ہی نہ تھا۔ مجھے اندھیرے میں کچھ سائے نظر آئے، معلوم ہوا کہ آواز لگانے والے کے ساتھ عورتیں بھی ہیں۔ انہوں نے بہت آوازیں دیں مگر جب کوئی قلی نہ آیا تو ان کی آواز میں گھبراہٹ محسوس ہونے لگی۔ میں نے سوچا کہ سردی کی رات ہے سامان بھی اور اہل خانہ بھی ہیں، میں نے جو مزید توجہ کی تو معلوم ہوا کہ یہ صاحب تو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے بھی ہیں، اگر جا کر کہوں کہ میں یہ سامان اُٹھا لوں تو اُٹھانے نہیں دیں گے۔ جب انہوں نے آخری مرتبہ انتہائی گھبراہٹ میں آواز لگائی تو مجھے ایک ترکیب سوجھی، میرے پاس ایک چادر تھی میں نے اسے منہ پر لپیٹ لیا اور قلی کا سا حلیہ بنا کر کہا کہ قلی آ گیا ہے۔ انہوں نے ایک صندوق اُٹھایا اور میرے سر پر رکھ دیا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ گردن ہی نہ مڑ جائے۔ وہ دوسرا بھی رکھنے لگا تو میں نے کہا صاحب بس دوسرا کوئی چھوٹا سا سامان میرے ہاتھ میں دے دو۔ پھر میں ان کے آگے چلا تاکہ وہ مجھے پہچان نہ سکے، یہاں تک کہ بستی آ گئی۔ میں نے اُن کے مطلوبہ گھر میں سامان رکھا اور آج تک انہیں پتہ نہیں چلا کہ وہ قلی کون تھا۔

(حیاتِ مفتی اعظمؒ از مفتی رفیع عثمانی صاحب، ص:۵۰)

آپؒ کے فتاویٰ اور فقہی تحقیقات کو اس زمانے کے فقہاء، اربابِ فتویٰ اور آپؒ کے بزرگوں نے جس انداز سے سراہا اور دل کھول کر داد اور دعائیں دیں اس کی تفصیلات بہت ہیں جن کا یہ موقع نہیں مگر حضرت والد صاحبؒ کی خشیت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت اس فکر سے پریشان رہتے کہ کسی فتوے میں غلطی نہ ہو جائے چنانچہ حکیم الامت

حضرت تھانویؒ کے نام ایک خط (مورخہ ۱۴ رمضان ۱۳۵۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اِس وقت فتویٰ لکھنا ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، اس لئے حیران ہوں کہ کیا کروں؟ کیا یہ درخواست کرلوں کہ مدرسے والے مجھے اس سے معافی دیں اور پھر درس میں لے لیا جائے؟ کیونکہ وہاں غلطیاں چل نہیں سکتیں شاید دیانتاً میرے لئے بہ نسبت اس کام کے وہ کام زیادہ اچھا ہو۔''

مرشد حضرت تھانویؒ نے تسلی دی کہ: ''جب اللہ تعالیٰ نے خشیت کا یہ غلبہ دیا ہے تو اعانت بھی ہوگی جیسا کہ احادیث میں وعدہ ہے۔ اگر مدت معتد بہا کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو بعد میں مشورہ بر وقت ممکن ہے۔''

اپنے مرشد اور بزرگوں کی ایسی ہی تسلیاں اور ہدایات کی بنا پر آپؒ اس کام میں جانفشانی سے لگے رہے مگر یہ سمجھنے کے لئے آپؒ کسی طرح تیار نہ تھے کہ اس کام کی اہلیت بھی میرے اندر ہے۔ اسی خشیت و تواضع کا غلبہ تھا جس نے مقدمہ امداد المفتیین میں آپ سے یہ لکھوایا کہ:

''میں اپنی علمی بے بضاعتی سے بے خبر نہ تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ اس کام کے لئے علم کے جس پایہ و منزلت کی ضرورت تھی اس سے پورا واقف بھی نہ تھا تعلیمی خدمتوں کی طرح اساتذہ اور بالخصوص سیدی واستادی حکیم الامت، مجدد الملت حضرت تھانویؒ قدس سرہٗ کی امداد و اعانت کے بھروسہ اس بار کو سر پر اُٹھالیا، کئی سال تک کام کرنے کے بعد اس علم تک رسائی ہوئی کہ یہ کام مجھ جیسے بے بضاعت اور بے لیاقت لوگوں کا نہیں۔''

سمجھے اتنا کہ کچھ نہ سمجھے ہائے!

سو بھی ایک عمر میں ہوا معلوم (حیاتِ مفتی اعظم ص: ۱۲۰)

اجازتِ بیعت اور خلافت سے سرفرازی:

تھانہ بھون میں چوتھی حاضری ۱۳۴۳ھ یا ۱۳۴۴ھ میں ہوئی تھی اور اب ۱۳۴۹ھ چل رہا تھا۔ سلوک و تصوف اور عشق و معرفت کی پر پیچ راہوں سے گزرتے گزرتے اب وہ مقام آگیا تھا جہاں حکیم الامت، مجدد الملت حضرت تھانویؒ جیسا رہبر و رہنما ہر طرح امتحان کرنے کے بعد مطمئن تھا کہ جس مسافرِ طریقت نے ان کی انگلی پکڑ کر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا اب وہ راستہ کے تمام نشیب و فراز اور پیچ و خم سے نہ صرف پوری طرح باخبر ہے بلکہ ناواقفوں کی رہبری کے لئے بھی اس پر پورا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ میں اچانک حکیم الامتؒ کا مکتوبِ گرامی دیوبند پہنچا جس میں والد ماجدؒ کو تلقین و بیعت کی اجازت تحریر تھی۔ وہ مکتوبِ گرامی یہاں بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

حکیم الامتؒ کا گرامی نامہ:

مشفقی مولوی محمد شفیع صاحب، مدرس دارالعلوم دیو بند سلمہٗ اللہ!

السلام علیکم!

بے ساختہ قلب پر وارد ہوا کہ آپ کو مع دوسرے احباب کے بیعت وتلقین کی اجازت ہو، پس تو کلا علی اللہ اس وارد پر عمل کرنے کے لئے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر کوئی طالبِ حق آپ سے بیعت کی درخواست کرے تو قبول کرلیں۔ اس سے متعلم کے ساتھ معلم کو بھی نفع ہوتا ہے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے خاص محبین پر اس کو ظاہر کردیجئے۔ بنظر احتیاط بیرنگ لفافہ بھیجتا ہوں۔

والسلام

بندہ اشرف علی از تھانہ بھون،

ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ۔

حضرت والد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حقیقی تواضع وانکساری سے نوازا تھا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی یہ نوبت بھی آنے والی ہے کہ حکیم الامتؒ اپنی خلافت سے سرفراز فرمائیں اچانک یہ گرامی نامہ ملا تو حیرت میں رہ گئے اور مرشد تھانویؒ کو اسی حیرت میں یہ خط لکھا۔

حیرت و فنائیت:

مکتوب:

والا نامہ گرامی صادر ہوا دیکھ کر حیرت میں رہ گیا کہ ناکارہ، آوارہ شفیع اور بیعت وتلقین کی اجازت! اصلاح کار کجا و من خراب کجا۔ میں تو واللہ کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا بھی سلیقہ نہیں رکھتا، سلوک کے ابتدائی مراحل سے بھی روشناس نہیں، کسی دوسرے کو کیا تلقین کروں گا اور پھر ایسا کون بیوقوف ہوگا جو مجھ سے درخواستِ بیعت کرے گا۔ باربار والا نامہ کو دیکھتا ہوں اور اپنی سیہ کاری پر نظر کرتا ہوں تو حیرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ جیسے غفلت شعار، سیہ کار کو اتنے بڑے منصب سے نوازنا کہیں اس کی بدنامی کا سبب نہ ہو۔ اس خیال سے یوں جی چاہتا ہے کہ اس کی اشاعت نہ ہو تو اچھا ہے۔ (حیات مفتی اعظمؒ از مفتی رفیع عثمانی ص:۴۷)

(جاری ہے)

تبصرۂ کتب

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

محترم ومکرم جناب عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم اپنی اور اپنے ادارے کی کتابیں تبصرہ کے لئے بھیجتے رہتے ہیں۔

''محبوبِ خدا کی دلربا ادائیں'' ارسال فرمائی۔ حدیث کی مشہور کتاب شمائل ترمذی عرصۂ دراز سے علماء اور عوام میں بہت مقبول اور مفید شمار کی گئی ہے جس میں حضور ﷺ کا تذکرہ اس محبت سے کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کا قلب آپ ﷺ کی محبت سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس کی شرح جناب عبدالقیوم صاحب نے لکھی ہے۔ عوام کے فائدے کے لئے اسے مختلف اجزا میں شائع کیا گیا ہے۔

ایک جزو ''محبوبِ خدا کی دلربا ادائیں'' کے نام سے ہے۔ مضمون شمائل ترمذی کا اور بیان، تشریح وتوضیح حقانی صاحب کے قلم سے ماشاءاللہ! جلد کتاب منگوائیں، پڑھیں اور لطف اُٹھائیں۔ قلب ودماغ کو منور کریں۔

ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

۱۱، ۱۲، ۱۳ جولائی کو سلسلے کا سالانہ اجتماع ایوب میڈیکل کالج، ایبٹ آباد کی مسجد میں منعقد ہوگا۔ ۱۱ جولائی بروزِ جمعہ بعد از نماز جمعہ مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی سے بسوں کی روانگی ہوگی۔ ۱۳ جولائی بعد نماز ظہر واپسی ہوگی۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل احباب کے ساتھ کرائے کے پیسے جمع کر کے اپنی سیٹ بک کرائیں۔

۱۔ پروفیسر الطاف صاحب 03349124913

۲۔ ڈاکٹر محمد طارق صاحب 03339226345

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارِمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَاالنُّطْفَةَعَلَقَةًفَخَلَقْنَاالْعَلَقَةَمُضْغَةً فَخَلَقْنَاالْمُضْغَةَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارِمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَاالنُّطْفَةَعَلَقَةًفَخَلَقْنَاالْعَلَقَةَمُضْغَةً فَخَلَقْنَاالْمُضْغَةَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]